تبدیلی احکام پر اولیات عمرؓ سے استدلال اور اس کا تجزیہ

تیسری قسط

پروفیسر حافظ طاہر اسلام

سیدنا عمرؓ کے اس موقف کا ذکر مولانا محمد حنیف ندویؒ نے بھی کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

''لیکن جب اسلام پروان چڑھا اور اسلامی سلطنت کو نفاق وکفر کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہا تو سیدنا عمرؓ نے صاف صاف کہہ دیا کہ اب یہ حصہ ان لوگوں کو نہیں ملے گا۔ ان کے اپنے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

''ھذا شیء کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعطیکموہ لیتالفکم علی الاسلام' والآن قد اعز اللہ الاسلام واغنی عنکم' فان ثبتم علی الاسلام والا فبیننا وبینکم السیف ''۱؎

''یہ وہ چیز تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں اس لیے دیا کرتے تھے کہ تمہارے دلوں میں اسلام کے لیے الفت پیدا ہو اور وحشت ونفرت جاتی رہے۔ لیکن اب جب کہ اللہ نے اسلام کو قوت وعزت بخشی ہے اور تمہاری تالیف قلبی سے اس کو بے نیاز کر دیا ہے تو تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ اسلام پر جمے رہو ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار کا حکم ہے''۔۲؎

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے بھی یہی توجیہ بیان کی ہے' البتہ جواب کے آخر میں بیہقی سے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''ہم اسلام کے معاوضے میں تمہیں کچھ نہ دیں گے' لہٰذا جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔''۳؎

مولانا محمد تقی امینیؒ نے علامہ جصاصؒ کی کتاب ''احکام القرآن'' کے حوالے سے سیدنا عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ان رسول اللهﷺ كان يتالفكماوالاسلام يومئذقليل وان الله قداغنى الاسلام اذهبافاجهداجهد كما"[۴]۔

"رسول اللہ ﷺ تم دونوں کی اس وقت تالیف کیا کرتے تھے جب کہ اسلام کمزور تھااور مسلمان تعداد میں کم تھے اب اللہ نے اسلام کوغنی کر دیا ہے تم لوگ جاؤاور اپنی مالی جدوجہد کرو۔"

توجیہہ درست' استدلال غلط

ان حضرات نے سیدنا عمرؓ کے استدلال کی توجیہات تو درست بیان کی ہیں' لیکن اس سے ان کا یہ استدلال صحیح نہیں کہ سیدنا عمرؓ نے نصوص میں تبدیلی کی یا حکم کو منسوخ کر دیا۔اس لیے کہ یہ نسخ یا تبدیلی نہیں ہے۔بلکہ علت کی عدم موجودگی میں حکم کے انتفاء کا مسئلہ ہے۔صاحب "الثبوت" نے سیدنا عمرؓ کے اس اقدام سے متعلق کہا ہے:

"ان من قبيل انتهاء الحكم لانتهاء العلة"[۵]۔

"یہ علت کے انتفاء سے حکم کے انتفاء کی قبیل سے ہے۔"

اور "مؤلفۃ القلوب" کے الفاظ بھی اسی کی جانب اشارہ کناں ہیں۔

تمام مصارف میں زکوۃ صرف کرنا ضروری نہیں

اوپر مولانا مودودیؒ کے اقتباس میں یہ بات آئی ہے کہ ہر صورت میں "مؤلفة القلوب" کو حصہ دینا ضروری نہیں ہے۔اس کی تائید امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) کے اس قول سے ہوتی ہے:

"العامل والمؤلفة قلوبهم مفقودان فى هذا الزمان' بقيت الاصناف الستةفالاولى صرفهاالى الستة واماانه يعتبر فى كل صنف منهامؤول لفظةان كان موجودا"[۶]۔

"عاملین زکوۃ اور مؤلفۃ القلوب اس زمانہ میں مفقود ہیں' صرف چھ قسم کے مستحقین باقی ہیں' اس لیے بہتر یہ ہے کہ انہی چھ قسموں میں زکوۃ کا روپیہ صرف کیا جائے اور یہی حال ان میں سے ہر مصرف کا ہے یعنی مصرف کی ضرورت نہ ہوگی اس میں صرف نہ کیا جائے گا گویا ہر مصرف کے ساتھ یہ لفظ لگا ہوا ہے کہ اگر وہ موجود ہو۔"

"مؤلفۃ القلوب" کا مصرف تا قیامت باقی ہے

بہر آئینہ "مؤلفۃ القلوب" کا مصرف قیامت تک کے لیے باقی ہے' لہذا جب بھی ضرورت و مصلحت

کا تقاضا ہوگا اس مد میں سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔ سیدنا عمرؓ نے چونکہ ضرورت محسوس نہ کی اور شرعی حکم کی علت موجود نہ سمجھی تو اس پر عمل نہیں فرمایا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ اب ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودیؒ اس مسئلہ سے متعلق مختلف آراء نقل کرنے کے بعد راجح نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ ''مؤلفۃ القلوب'' کا حصہ قیامت تک کے لیے ساقط ہوجانے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلاشبہ سیدنا عمرؓ نے جو کچھ کہا وہ بالکل صحیح تھا۔ اگر اسلامی حکومت تالیف قلب کے لیے مال صرف کرنے کی ضرورت نہ سمجھتی ہو تو کسی نے اس پر فرض نہیں کیا ہے کہ ضرور ہی اس مد میں کچھ نہ کچھ صرف کرے، لیکن اگر کسی وقت اس کی ضرورت محسوس ہو تو اللہ نے اس کے لیے جو گنجائش رکھی ہے اسے باقی رہنا چاہیے۔ سیدنا عمرؓ اور صحابہ کرامؓ کا اجماع جس امر پر ہوا تھا وہ صرف یہ تھا کہ ان کے زمانے میں جو حالات تھے اس میں تالیف قلب کے لیے کسی کو کچھ دینے کی وہ حضرات ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنے کی کوئی معقول وجہ نہیں کہ صحابہ کرامؓ کے اجماع نے اس مد کو قیامت تک کے لیے ساقط کر دیا جو قرآن میں بعض اہم مصالح دینی کے لیے رکھی گئی تھی۔''۷؎

حاصل یہ ہے کہ بوقت ضرورت ''مؤلفۃ القلوب'' کی مد سے زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ سیدنا عمرؓ نے اس سلسلہ میں کوئی تبدیلی کی نہ اسے منسوخ کیا لہٰذا ان کے اس اقدام سے تبدیلی احکام پر استدلال درست نہیں ہے۔

''مؤلفۃ القلوب'' کو مال دینے کی پرویزی توجیہ

آخر میں پرویز صاحب کی اس توجیہ پر مختصر تبصرہ بھی مناسب رہے گا کہ ''مؤلفۃ القلوب'' کے حصہ سے مراد یہ ہے:

''جن لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر کسی قسم کا ناقابل برداشت نقصان پہنچے ان کی تلافی کے لیے حکومت ان کی مالی امداد کرے۔''۸؎

یہ درست ہے کہ اگر کسی کو ایسے حالات کا سامنا ہو تو اسے زکوۃ دی جاسکتی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ''مؤلفۃ القلوب'' کی مد سے زکوۃ صرف اسی نوعیت کے حالات سے دوچار لوگوں کے لیے ہے۔ علماء نے صراحت کی ہے کہ اگر مالدار بھی ہے تو بھی اسے اس مد سے رقم دی جاسکتی ہے۔

مولانا مودودیؒ ''مؤلفۃ القلوب'' کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایسے لوگوں کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ فقیر و مسکین یا مسافر ہوں' تب ہی ان کی مدد کی جاسکتی ہے' بلکہ وہ مال دار اور رئیس ہونے پر بھی زکوۃ دیئے جانے کے مستحق ہیں۔''۹۔

حاصل یہ کہ حاصل برداشتِ نقصان نہ بھی ہوتو اس مد سے رقم دی جاسکتی ہے ضروری نہیں ہے کہ وہ اس طرح کے نقصان کی زد میں آئے ہوں۔ بلکہ اس طرح کے لوگ فقیر و مسکین یا ''الغارمین' کی مدات میں بھی آسکتے ہیں تالیف قلب کا تعلق اصل میں مال سے نہیں بلکہ دلی احساسات وجذبات کو مائل کرنے سے جیسا کہ خود یہ لفظ اس پر دلالت کرر ہا ہے۔

چھٹا مسئلہ: 'ام ولد' کی فروخت پر پابندی

حالات وزمانہ کی تبدیلی سے شرعی احکام میں تغیر وتبدل کے حق میں ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا عمرؓ نے امہات اولاد کی بیع ممنوع قرار دے دی تھی' حالانکہ پہلے منع نہ تھی۔

غلام احمد صاحب پرویز اس کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''سیدنا عمرؓ نے ام ولد (یعنی وہ لونڈی جس کے مالک سے اس کی اولاد ہوگئی ہو) کی بیع ممنوع قرار دے دی' حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ کے زمانے میں اس کی ممانعت نہیں تھی۔''۱۰۔

تجزیہ استدلال

اس استدلال کی بنیاد اس نکتے پر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں 'ام ولد' کی خرید وفروخت جائز اور درست تھی' لیکن بعد میں سیدنا عمرؓ نے اس پر بندش عائد کردی۔ لیکن امر واقعہ سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ الٹا تردید ہوتی ہے۔

'ام ولد' کی فروخت پر نبی مکرم ﷺ نے پابندی لگائی

حقیقت یہ ہے کہ 'ام ولد' کی فروخت کی ممانعت خود نبی اکرم ﷺ ہی کی سنت سے ثابت ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہے:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اولاد والی لونڈیوں کو بیچنے سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''لا یبعن ولا یوھبن ولا یورثن یستمتع بھا السید مادام حیا و اذا مات فھی حرۃ)۱۱۔

''نہ وہ بیچی جاسکتی ہیں، نہ ہبہ کی جاسکتی ہیں اور نہ ترکہ میں شمار ہوسکتی ہیں۔ جب تک ایسی لونڈی کا مالک زندہ ہے وہ اس سے فائدہ اٹھاسکتا ہے اور جب وہ مرجائے تو وہ لونڈی آزاد ہے۔''

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(من وطئی امته فولدت له فهي معتقة عن دبر) ۱۲۔

''جس شخص نے اپنی لونڈی سے مباشرت کی، پھر اس سے اس کا بچہ پیدا ہوگیا تو وہ لونڈی اس شخص کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی۔''

۳۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس ام ابراہیم (ماریہ قبطیہ) کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اعتقها ولدها) ۱۳۔ ''اس کا بچہ اس کی آزادی کا سبب بن گیا۔''

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ خود رسول معظم ﷺ ہی نے 'ام ولد' کو بیچنے سے منع کر دیا تھا۔ لہذا سیدنا عمرؓ نے اس مسئلہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سیدنا عمرؓ نے سنت کی پیروی میں ممانعت کی

سیدنا فاروق اعظمؓ نے امہات الاولاد کی خرید و فروخت کی ممانعت انہی ارشادات نبوی ﷺ کی بناء پر کی تھی۔ سیدنا سعید بن مسیبؒ (متوفی ۹۴ھ) کا بیان ہے:

''ان عمر اعتق امهات الاولاد وقال اعتقهن رسول الله ﷺ'' ۱۴۔

''سیدنا عمرؓ نے امہات اولاد کو آزاد کیا اور کہا کہ انہیں رسول معظم ﷺ نے آزاد فرمایا ہے۔''

جمہور علماء کا مسلک

مسئلہ زیر بحث میں جمہور علمائے امت کا نقطہ نگاہ یہی ہے کہ امہات الاولاد کی بیع ممنوع ہے۔ بلکہ بعض فقہاء نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ علامہ محمد بن علی الشوکانیؒ (متوفی ۱۲۵۵ھ) تحریر کرتے ہیں:

''وقد استدل بحديثي ابن عباس المذكورين في الباب وحديث ابن عمر القائلون بانه لايجوز بيع امهات الاولاد وهم الجمهور، وقد حكى ابن قدامة اجماع الصحابة على ذلك'' ۱۵۔

''جمہور اہل علم امہات الاولاد کی بیع کو ناجائز کہتے ہیں اور ان کا استدلال اوپر مذکور سیدنا ابن عمرؓ اور سیدنا ابن عباسؓ کی احادیث سے ہے۔ ابن قدامہؒ نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔''

یہ دعوی اجماع اگرچہ صحیح نہیں تاہم سلف صالحین کی عظیم اکثریت اسی موقف کی قائل ہے۔علامہ شوکانیؒ نے بھی ایک طویل بحث کے بعد اسی کو مبنی براحتیاط قرار دیا ہے۔۱۶؎

بیع 'ام ولد' کی دلیل جواز کا جائزہ

اس امر کے حق میں کہ عہد رسالت م آب ﷺ اور عہد صدیقیؓ میں 'ام ولد' کی بیع جائز تھی ابوداؤد کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے شرعی حکم میں تبدیلی کی تھی۔وہ روایت یہ ہے:

"عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال:بعنا امہات الاولاد علی عہد رسول اللہ ﷺ وابی بکر فلما کان عمر نہانا فانتہینا"۱۷؎

"سیدنا جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے زمانے اور عہد صدیقی میں امہات الاولاد کی بیع کیا کرتے تھے۔مگر سیدنا عمرؓ نے ہمیں اس سے منع کیا تو ہم اس سے رک گئے۔"

اگر امہات الاولاد کی بیع کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی کئی توجیہات کی جاسکتی ہیں:

۱۔ایک محمل اس روایت کا یہ ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں 'ام ولد' کی خرید وفروخت کی ہو لیکن آپ کو علم نہ ہوا ہو لہذا یہ تقریری سنت نہیں بن سکتی۔پس اس سے استدلال بھی درست نہیں۔

علامہ خطابیؒ (متوفی ۳۸۸ھ) "معالم السنن" میں سیدنا جابرؓ کی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

"ویحتمل ان یکون ھذا الفعل منھم فی زمان النبی ﷺ وھو لایشعر بذلک لانہ امر یقع نادرا ولیست امہات الاولاد کسائر الرقیق"۱۸؎

"اس امر کا احتمال ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں صحابہؓ نے ایسا کیا ہو اور آپ کو اس کا علم نہ ہوا ہو اس لیے کہ 'ام ولد' کی خرید وفروخت کا معاملہ شاذ ونادر ہی پیش آتا تھا اور اس لیے بھی کہ امہات الاولاد عام غلاموں کی طرح نہیں تھی۔"

امام بیہقیؒ (متوفی ۴۵۸ھ) بھی اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم تھا۔وہ تحریر کرتے ہیں:

"ولیس فی شئی من الطرق ان النبی ﷺ اطلع علی ذلک یعنیی بیع امہات الاولادو اقرھم علیه"۱۹؎

"کسی طریق سے یہ بات پایہ ثبوت کونہیں پہنچتی کہ رسول اکرم ﷺ کوامہات الاولاد کی بیع کاعلم ہواہواورآپ ﷺ نے اسے برقرار رکھاہو"

دوسری توجیہ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے پہل تو ام ولد کی بیع جائز ہولیکن بعدمیں اس سے روک دیا گیاہو یعنی یہ جواز منسوخ ہوگیاہو۔امام خطابیؒ اس توجیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وقدیحتمل ان یکون ذلک مباحافی العصر الاول ثم نھی النبی ﷺ عن ذلک قبل خروجه من الدنیاو لم یعلم به ابوبکر رضی اللہ تعالی عنه لان ذلک لم یحدث فی ایامه لقصر مدتهاو اشتغاله باموالدین و محاربة اھل الردة و استصلاح اھل الدعوة ثم بقیی الامر علی ذلک فی عصر عمر رضی اللہ تعالی عنه مدة من الزمان ثم نھی عمر رضی اللہ تعالی عنه حین بلغه ذلک عن رسول اللہ ﷺ فانتھوا"۲۰؎

"یہ احتمال بھی ہے کہ عصر اول میں ام ولد کی بیع مباح ہوپھراس دنیاسے رحلت کے وقت رسول اکرم ﷺ نے اس سے روک دیاہولیکن سیدناابوبکرؓ کے علم میں یہ بات نہ آسکی ہوکیونکہ ان کی مدت خلافت انتہائی کم تھی اوران دنوں اس بیع کازیادہ رواج نہ تھا۔مزید برآں سیدناابوبکرصدیقؓ دینی معاملات ،ارتداد کے خلاف جنگوں اوراہل دعوت کی بہتری کے لیے اقدامات میں مصروف رہے لہذا آپ کوعلم نہ ہونا مستبعد نہیں۔پھر سیدناعمرؓ کے زمانہ تک ایک عرصہ تک معاملہ اسی طرح چلتارہا۔بعدازاں جب سیدناعمرؓ کورسول اکرم ﷺ کی ممانعت کاعلم ہواتوآپ نے لوگوں کواس سے روک دیاچنانچہ وہ بازآگئے۔"

اس سے سیدناجابرؓ کے موقف کی بنیادکابھی اندازہ ہوجاتاہے کہ شایدوہ نسخ سے لاعلمی کی بناء پراس کے جوازکے قائل رہے ہوں۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ (متوفی ۱۳۲۹ھ)اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وقال التوربشتیی یحتمل ان النسخ لم یبلغ العموم فی عهدالرسالة ویحتمل ان بیعهم فی زمان النبی ﷺ کان قبل النسخ وھذااولی التاویلین و امابیعهم فی خلافة ابی بکر رضی اللہ تعالی عنه فلعل ذلک کان فی فردقضیة فلم یعلم به ابوبکر رضی اللہ عنه ولامن کان عنده علم بذلک فحسب جابر رضی اللہ تعالی عنه ان الناس کانوا علی تجویزہ فحدث ماتقرر

عندہ فی اول الامر 'فلما اشتھر نسخہ فی زمان عمر رضی اللہ تعالی عنہ عاد الی قول الجماعۃ 'یدل علیہ قولہ فلما کان عمر رضی اللہ تعالی عنہ نہانا عنہ فانتھینا انتھی"۲۱۔

"امام تورپشتیؒ (متوفی ۱۲۶۳ھ) کا کہنا ہے کہ اس میں یہ امکان بھی موجود ہے کہ عام لوگوں کو عہدِ رسالت ﷺ میں ہونے والے نسخ کی خبر نہ ہو سکی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عہد رسالت م آب ﷺ میں جو ام ولد کی بیع کرتے تھے وہ نسخ سے پہلے ہو دونوں میں سے یہ تاویل زیادہ مناسب ہے۔ جہاں تک عہد صدیقیؓ میں امہات الاولاد کی خرید وفروخت کا مسئلہ ہے تو اس میں احتمال یہ ہے کہ ایسا ایک آدھ قضیہ ہی ہوا ہو لیکن سیدنا ابوبکر صدیقؓ یا دیگران حضرات کو معلوم نہ ہو سکا جو نسخ کا علم رکھتے تھے۔ اس سے سیدنا جابرؓ نے یہ سمجھا کہ لوگ اسے جائز ہی خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے وہی بیان کیا جو پہلے سے ان کے نزدیک ثابت شدہ تھا۔ پھر جب عہدِ فاروقیؓ میں نسخ کی شہرت ہوئی تو انہوں نے جماعت کے نقطہ نظر کی طرف رجوع کر لیا ہو۔ ان کا یہ قول بھی اس کی طرف اشارہ کناں ہے کہ جب سیدنا عمرؓ نے ہمیں روکا تو ہم رک گئے۔"

مندرجہ بالا تفصیلات کا حاصل یہ ہے:

۱۔ امہات الاولاد کی بیع کو خود نبی کریم ﷺ نے ممنوع قرار دیا تھا۔

۲۔ سیدنا عمرؓ نے اسی بناء پر اس سے روکا تھا' یہ کوئی تبدیلی نہ تھی۔

۳۔ جو لوگ اس وقت تک 'ام ولد' کی بیع کو جائز سمجھتے تھے انہیں نبی اکرم ﷺ کی ممانعت کا علم نہ تھا۔

۴۔ امت کے ارباب فقہ واجتہاد کی عظیم اکثریت امہات الاولاد کی بیع کرنا جائز قرار دیتی ہے۔

لہٰذا سیدنا عمرؓ کے اس اقدام سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ انہوں نے کسی منصوص حکم میں حالات وزمانہ کی رعایت سے تبدیلی کی ہے۔

ساتواں مسئلہ: شرابی کی سزا میں ردوبدل

شرعی احکام میں تغیر وتبدل کے قائلین سیدنا عمرؓ کے اس عمل کو بھی اپنے نقطہ نگاہ کے حق میں پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے شرابی کی سزا اسی کوڑے متعین کی تھی جبکہ اس سے پہلے ایسا نہ تھا۔ غلام احمد پرویز رقمطراز ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں شراب خور کو جوتے وغیرہ مار کر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے شرابی کی سزا چالیس کوڑے مقرر کی اور سیدنا عمرؓ نے اسے بڑھا کر اسی کوڑے کر دیا۔"۲۲۔

☆ صاحبین کے نزدیک حکم میں حقیقت کا نائب ہے ☆

مولانا شاہ محمد جعفر صاحب پھلواری ”شرعی تبدیلیوں کی مثالیں“ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سیدنا ابوبکر صدیقؓ تک شرابی کی تعزیر چالیس درے تھی، سیدنا عمرؓ نے اسے ۸۰ کر دیا اور سیدنا عثمانؓ نے دونوں ہی پر مختلف اوقات میں عمل کیا۔“[۲۳]

تجزیہ استدلال

اس ضمن میں توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ کیا شراب خوری کی سزا متعین ہے یا اسے حاکم اور ذمہ دار اتھارٹی کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آیا شرابی کی عقوبت حدود کے زمرے میں آتی ہے یا اسے دائرہ تعزیرات میں شامل کیا جائے گا؟

شراب نوشی کی سزا تعزیر ہے، حد نہیں؟

شرعی دلائل میں غوروفکر کرنے سے اس سوال کا جو جواب صحیح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ شراب نوشی کی سزا متعین نہیں یعنی اسے حدود میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک تعزیری سزا ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ (متوفی ۲۷۵ھ) روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس (ان رسول اللہ ﷺ لم یقت فی الخمر حدا)، وقال ابن عباس: شرب رجل فسکر، فلقیی یمیل فی الفج، فانطلق بہ الی النبی ﷺ، فلما حاذی بدار العباس، انفلت فدخل علی العباس فالتزمہ، فذکر ذلک للنبی ﷺ فضحک، وقال: (افعلہا؟) ولم یامر فیہ بشیء[۲۴]

”سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شراب نوشی پر کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ سیدنا ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے شراب پی لی اس سے اسے نشہ ہو گیا اور وہ گلی میں لہرا لہرا کر چلنے لگا۔ اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے جایا جانے لگا۔ جب وہ سیدنا عباسؓ کے گھر کے پاس آیا تو وہ گھبرا کر ان کے گھر میں داخل ہو گیا اور ان سے جا چمٹا۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ بتایا گیا تو آپ ﷺ ہنس پڑے اور پوچھا: کیا واقعی اس نے اس طرح کیا؟ اور پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔“

دوسری دلیل

سیدنا علیؓ نے فرمایا:

"ماکنت لاقیم حداعلی احدفیموت'فاجدفی نفسی'الاصاحب الخمر'فانه لومات ودیته'وذلک ان رسول اللهﷺلم یسنه"۲۵۔

''اگرمیرے حدلگانے کے نتیجے میں کوئی مرجائے تو مجھے اس پر کوئی رنج وغم نہیں ہوگا۔سوائے شرابی کے کہ اگرحدلگانے کے نتیجہ میں وہ مرجائے تومیں اس کی دیت اداکروں گا۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی پرسزادینے کا کوئی ضابطہ مقرر نہیں کیا تھا۔''

سنن ابن ماجہ میں سیدناعلیؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

"ماکنت ادی من اقمت علیه الحدالاشارب الخمر فان رسول اللهﷺلم یسن فیه شیئا انماهوشئی جعلناه نحن"۲۶۔

''جس شخص پرمیں حدقائم کروں(اوروہ اس کے نتیجے میں مرجائے)تومیں اس کی دیت نہیں دونگا سوائے شرابی کے(کہ وہ اگردوران حدمرجائے تواس کی دیت میرے ذمے ہوگی)کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں کوئی سزامقرر نہیں کی ہے کہ سزاہم نے اپنی طرف سے مقرر کی ہے۔''

تیسری دلیل

سیدناسائب بن یزیدؓ کی روایت ہے:

قال:کنانؤتی بالشارب علی عهدرسول اللهﷺوامرةابی بکروصدرامن خلافةعمر'فنقوم الیه بایدیناونعالناوار دیتنا'حتی کان آخر امرةعمر'فجلدار بعین'حتی اذا عتواوفسقوا جلدثمانین ۲۷۔

''رسول اللہ ﷺ'سیدناابوبکرصدیقؓ کے دورخلافت اورسیدناعمرفاروقؓ کی خلافت کے ابتدائی دورمیں جب شرابی کوپکڑاکرلایاجاتاتوہم اٹھ کرہاتھوں'جوتوں اورکپڑے(کے کوڑوں)سے اس کی پٹائی کرتے تھے۔یہ معاملہ سیدناعمرؓ کی خلافت کے آخری دورتک چلتارہا'آخردورخلافت میں سیدناعمرؓ نے شرابی کوچالیس کوڑے لگانے شروع کیے پھرجب لوگ(اس سلسلے میں)حدسے بڑھنے لگے توانہوں نے چالیس کی بجائے اسی کوڑے لگائے۔''

چوتھی دلیل

سیدناانس بن مالکؓ سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرب فی الخمر بالجرید والنعال وجلد ابو بکر اربعین ٢٨۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شرابی کو کھجور کی ٹہنی اور جوتوں سے مارا کرتے تھے اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ اس کو چالیس کوڑے لگاتے تھے۔

صحیح مسلم اور ابوداؤد میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ سیدنا انسؓ کی یہ روایت قدرے تفصیل سے بیان ہوئی ہے اس میں مذکور ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد فی الخمر بالجرید والنعال ثم جلد ابو بکر اربعین فلما کان عمر ودنا الناس من الریف والقری قال: (ماترون فی جلد الخمر؟) فقال عبدالرحمن بن عوف: اری ان تجعلها کاخف الحدود قال: فجلد عمر ثمانین) ٢٩۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شراب نوشی میں کھجور کی ٹہنی اور جوتوں سے مارا کرتے تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے چالیس کوڑے مارنے شروع کیے۔ جب سیدنا عمرؓ کے زمانے میں لوگوں نے شہروں سے نکل کر گاؤں میں کھلی فضاؤں میں رہن سہن اختیار کیا اور آسودہ ہوگئے (تو شراب نوشی کی کثرت ہوگئی) سیدنا عمرؓ نے اس صورتحال کو بھانپ کہ صحابہ کرامؓ سے شراب نوشی کی سزا کے بارے میں رائے طلب کی۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا: میری رائے میں سزا کے لحاظ سے کم تر حد والی سزا اس پر جاری کی جائے۔ ان کے مشورہ پر عمل کر کے سیدنا عمرؓ نے اسی کوڑے کی سزا مقرر کی۔''

پانچویں دلیل

عن ابی هریرة رضی اللہ تعالی عنه اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برجل قد شرب قال: (اضربوه) قال ابو هریرة: فمنا الضارب بیده والضارب بنعله والضارب بثوبه فلما انصرف قال بعض القوم: اخزاک اللہ قال: (لا تقولوا هکذا لا تعینوا علیه الشیطان ٣٠۔

''سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شرابی لایا گیا۔ آپ نے حاضرین مجلس کو اسے مارنے کا حکم دیا۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سے کوئی اس کو ہاتھ سے مار رہا تھا کوئی جوتے سے اور کوئی کپڑے (کے جوڑے) سے جب وہ جانے لگا تو کسی نے اسے بددعا دیتے ہوئے کہا: اللہ تجھے رسوا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نہ کہو! اس کے معاملے میں شیطان کی مدد نہ کرو۔''

چھٹی دلیل

سیدنا عقبہ بن الحارث ؓ سے مروی ہے:

عن عقبة بن الحارث قال جيئ بالنعيمان اوباس النعيمان 'شاربافامر النبیﷺمن كان بالبيت ان يضربوه قال فضربوه فكنت انافيمن ضربه بالنعمال۔ ۳۱

''سیدناعقبہ بن حارثؓ نے بیان کیا کہ نعیمان یاابن نعیمان کوشراب کے نشہ میں لایاگیاتورسول اللہ ﷺ نے گھر میں موجودلوگوں کوحکم دیا کہ انہیں ماریں۔انہوں نے مارا۔سیدناعقبہؓ کہتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس کوجوتوں سے مارا۔''

ساتویں دلیل،

جلیل القدر تابعی اورحدیث کے عظیم عالم امام ابن شہاب الزہریؒ کا کہنا ہے:

''ان النبیﷺلم يفرض فی الخمر حداوانما كان يامرمن حضره ان يضربوه بايديهم ونعالهم'' ۳۲۔

''رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی کے بارے میں کوئی حدمقررنہیں کی' بلکہ آپ حاضرین کواسے مارنے کاحکم دیتے تھے وہ ہاتھوں اورجوتوں سے اس کی پٹائی کرتے تھے۔''

مندرجہ بالاروایات کاحاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی پرکوئی متعین سزامقرر نہیں فرمائی اورنہ ہی قرآن شریف میں اس کاذکرآیاہے۔لہذایہ تعزیرات میں داخل ہے۔اورتعزیر حاکم اورذمہ داراتھارٹی کی صوابدید پرہوتی ہے کہ وہ جس قدرمصلحت کاتقاضا دیکھےاس کے مطابق سزادےدے۔چنانچہ سیدناعمرؓ نے جب دیکھاکہ شراب نوشی کی شرح میں اضافہ ہورہاہے توانہوں نے اس کی سزا ۴۰ سے بڑھاکر ۸۰ کوڑے کردی۔اس کی وضاحت ''سنن ابی داؤد'' کی درج ذیل روایت سے ہوتی ہے:

''سیدناعمرؓ کے زمانہ میں سیدناخالدبن ولیدؓ نے انہیں خط لکھاکہ لوگ کثرت سے شراب پینے لگے ہیں اوراس کی سزا(جوعہدصدیقیؓ میں ۴۰ کوڑے تھی) کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔آپ کے پاس کبارصحابہؓ موجود ہیں توان سے اس کاحل دریافت کیجئے۔سیدناعمرؓ نے مہاجرین اولین سے مشورہ کیاتویہ متفقہ تجویزسامنے آئی کہ شرابی کو ۸۰ کوڑے لگائے جائیں۔سیدناعلیؓ نے ۸۰ کوڑوں کی

توجیہ یہ بیان کی کہ شراب پی کر نشہ ہوجاتا ہے اور نشے میں ہذیان بکتے ہوئے دوسروں پر بہتان طرازی ہوتی ہے لہذا شرابی کو حد قذف کے بقدر (اسی) کوڑے لگانے چاہیں۔''۳۳۔

المختصر جب شریعت نے شراب نوشی کی کوئی سزا متعین ہی نہیں کی تو اس میں سیدنا عمرؓ نے تبدیلی کیسے کردی۔آپؓ نے اپنے صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ایک سزا مقرر کی ہے جو عین تقاضائے مصلحت تھی۔مولانا محمد تقی امینیؒ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''سیدنا عمرؓ نے شرابی کی سزا اسی (۸۰) کوڑے مقرر کی جب کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سزا کی تعیین نہ تھی۔''۳۴۔

حیرت اس امر پر ہے کہ مولانا جعفر شاہ پھلواریؒ ایک طرف اسے تعزیر قرار دیتے ہیں اور پھر اسے ''شرعی تبدیلی'' بھی کہتے ہیں؟ جب یہ تعزیری سزا ہے تو یہ شرعی تبدیلی کیسے بن گئی؟ بہرآئینہ اس اقدام فاروقیؓ سے یہ استدلال درست نہیں ہے کہ انہوں نے کسی شرعی حکم میں تبدیلی کی تھی۔

حواشی

۱۔ابن الھمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد فتح القدیر: ۲/ ۲۶۰ دارالفکر

۲۔مسئلہ اجتہاد: ص ۲۰۴

۳۔فلسفہ شریعت اسلام: ص ۲۱۸

۴۔احکام القرآن: ۳/ ۱۶۱

۵۔مسلم الثبوت: ۲/ ۸۴

۶۔الاندلسی ابوحیان محمد بن یوسف البحر المحیط: ۵/ ۴۴۲ دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۲۰ھ۔

۷۔مودودی ابوالاعلیٰ سید تفہیم القرآن: ۲/ ۲۰۷ ادارہ ترجمان القرآن لاہور طبع ہفتم ۱۹۷۳ء

۸۔شاہکار رسالت: ص ۲۷۹

۹۔تفہیم القرآن: ۲/ ۲۰۶

۱۰۔شاہکار رسالت: ص ۲۸۰

۱۱۔الشوکانی محمد بن علی نیل الاوطار: ۶/ ۱۱۵ قال الشوکان وفی اسنادہ الحسین بن عبداللہ الھاشمی وھوضعیف جداوقدرجع جماعۃ وقفہ علی عمر دارالحدیث مصر الطبعۃ الاولی ۱۹۹۳م

۱۲۔ابن حنبل ابوعبداللہ احمد بن محمد مسند الامام احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عباس: ۷/ ۲۹۳ قال شعیب

الارنؤوط حسن وھذا اسنادہ ضعیف مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۲۰۰۱م
۱۳۔سنن ابن ماجۃ کتاب العتق باب امھات الاولاد:۲۵۱۶ قال الالبانی ھذا الحدیث ضعیف
۱۴۔البیھقی، احمد بن الحسین بن علی السنن الکبری، کتاب عتق امھات الاولاد باب الرجل یطا امتہ بالملک فتلد لہ:۲۱۷۷۲ قال محمد عبدالقادر عطاء تفرد الافریقی ویرفعہ الی النبی ﷺ وھو ضعیف دارالکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۲۰۰۳م
۱۵۔نیل الاوطار:۶/ ۱۱۷
۱۶۔نیل الاوطار:۱۱/ ۴۵۲
۱۷۔سنن ابی داؤد کتاب العتق باب فی عتق امھات الاولاد:۳۹۵۴ قال الالبانی ھذا الحدیث صحیح
۱۸۔الخطابی ابوسلیمان حمد بن محمد معالم السنن:۴/ ۷۴ المطبعۃ العلمیۃ حلب الطبعۃ الاولی ۱۹۳۲م
۱۹۔العظیم آبادی محمد اشرف بن امیر بن علی عون المعبود شرح سنن ابی داؤد مع حاشیۃ ابن القیم :۱۰/ ۳۴۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۵ھ
۲۰۔معالم السنن :۴/ ۷۴
۲۱۔عون المعبود ومعہ حاشیۃ ابن القیم :۱۰/ ۳۴۹
۲۲۔شاہکار رسالت:ص۲۷۹
۲۳۔اجتہادی مسائل :ص۹
۲۴۔سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب الحد فی الخمر:۴۴۷۶ قال الالبانی ھذا الحدیث ضعیف
۲۵۔صحیح البخاری کتاب الحدود باب الضرب بالجرید والنعال :۶۷۷۸
۲۶۔سنن ابن ماجۃ کتاب الحدود باب حد السکران :۲۵۶۹ قال الالبانی ھذا الحدیث صحیح
۲۷۔صحیح البخاری کتاب الحدود باب الضرب بالجرید والنعال :۶۷۷۹
۲۸۔صحیح البخاری کتاب الحدود باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر :۶۷۷۳
۲۹۔صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر:۱۷۰۶
۳۰۔صحیح البخاری کتاب الحدود باب الضرب بالجرید والنعال :۶۷۷۷
۳۱۔صحیح البخاری کتاب الحدود باب من امر بضرب الحد فی البیت :۶۷۷۴
۳۲۔نیل الاوطار:۷/ ۱۶۹
۳۳۔سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب اذا تتابع فی شرب الخمر:۴۴۸۹ قال الالبانی ھذا الحدیث حسن
۳۴۔احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت :ص۱۸۱